اسلامی عائلی مسائل کی وسعت اور دائرہ کار: تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

Scope and Framework of Islamic Family Issues: A Research and Analytical Study

Muhammad Noor
PhD Scholar NCBA&E Sub campus Multan
Email: mnoorsaeedi786@gmail.com
Hafiz Muhammad Kashif
Phd Scholar Department of Usool ul Deen University of Karachi
Email: 786kashif2015@gmail.com
Asad Lateef
M.Phil Scholar Riphah International University Faisalabad Campus
Email: asadlateef20@gmail.com

ABSTRACT
For the social life of a civilized human to be protected from mutual conflicts, law is essential, and among different sets of laws, the most delicate is family law. This is because it reforms the inner workings of the household and ensures the management of the home. Since Islam desires the formation of a successful society, and society is a collection of individuals, it is impossible to conceive of a successful society until individuals are reformed. If individuals do not have familial peace, the path to progress becomes desolate and barren. Additionally, there is a greater risk of injustice and oppression in domestic life, as on one side there is the natural weakness of the delicate gender and on the other the threat of violence from the physically stronger men. In a conflict between the two, the possibility of the stronger dominating the weaker always exists. Therefore, for the demarcation of family life, certain laws are necessary, and the legislator has fully taken care of this need. In short, the law of marriage is the most important among the laws of civilization. Family laws and commands include everything from marriage and divorce to the rights of children, relatives, family members, and the practice of kinship, etc. The human world is a collection of many individuals where each individual is active. In such a situation, it was necessary to set a limit for everyone, to establish a balance between different individuals which guarantees that an individual will complete his own being without being a problem for others. He will continue his journey without unnecessary conflicts with others. The entire foundation of the social system is based on personal law and family law. The education and upbringing of an individual, the nature of family relationships, the internal order and discipline of the home, and the formation and training of the family, i.e., the initiation of a small world, are all based on these laws, which eventually lead to the formation of a neighborhood, a city, a nation, and a country."

Keywords: Family Issues, framework of Muslim Family Issues, Family Law

تعارف:

خاندان معاشرہ میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے جیسا کہ فرد، خاندان کی بنیاد میں بنیادی اینٹ کی حیثیت رکھتا ہے اور خاندان اس کی حقیقت میں ایک جان دار خلیہ ہے۔ معاشرہ کی تشکیل میں فرد کی اساسی حیثیت کو بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ذرية بعضهامن بعض[1] اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مامن مولود الا يولد على الفطرة، فابواه يهودانه وينصرانه ويمجسانه كماتنتج البهيمة بهيمة جمعاء، هل تحسون فيها من جدعاء[2] (ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جیسا کہ جانور کامل اعضاء والے جانور کو جنم دیتا ہے کیا تم اسے کان کٹا ہوا محسوس کرتے ہو؟

اس سے معلوم ہوا کہ فرد خاندان کا جزء ہے اور خاندان معاشرہ کا جزء ہے اور بنیادی حیثیت رکھتا ہے پس جب خاندان درست ہو تو فرد کی صالحیت کا باعث ہو گا اور فرد ایک خاندان کی اصلاح کرے گا اور خاندان کی درستی کیساتھ معاشرہ اصلاح پذیر ہو گا۔ اس لیے اسلام نے خاندان کی اصلاح کا بڑا اہتمام کیا ہے اور باہمی محبت واخوت کیلئے بہت زیادہ ترغیب دی ہے اور بلا عذر شرعی قطع رحمی کو حرام قرار دیا ہے۔ ذیل میں خاندان کا معنی و مفہوم اور عائلی مسائل کا مرادی معنی بالتفصیل تحریر کیا جاتا ہے۔

صاحب کشاف اصطلاحات الفنون محمد بن علی بن قاضی محمد حامد حنفی تھانوی لکھتے ہیں: واماعلم بمصالح جماعة متشاركة في المنزل كالولدوالوالدوالمالك والمملوك ونحوذلك ويسمى تدبير المنزل وفي بعض الكتب ويسمى علم تدبيرالمنزل والحكمة المنزلية[3]

عبد القادر عودہ لکھتے ہیں: شریعت نے جو احکام دیئے ان کی دو قسمیں ہیں ایک وہ احکام ہیں جو دین کے قیام کیلئے لازم ہیں۔ انہیں عقائد و عبادات سے متعلقہ احکام کہا جاتا ہے۔ دوسرے احکام سیاسی و علاقائی تنظیم افراد اور جماعت کے تعلقات سے متعلق ہیں یہ معاملات، عقوبات، عائلی احکام، دستوری اور ملکی قوانین پر مشتمل ہیں گویا ان احکام میں سے اہم حصہ الاحوال الشخصية یا عائلی احکام ہیں[4]

عائلی یا خاندانی مسائل کیلئے فقہ کی جدید اصطلاح میں کلمہ "مناكحات" یا "فقه الاسرة" استعمال کیا جاتا ہے۔ مناكحات، فقه الاسرة کی نسبت خاص ہے، کیوں کہ اس کا اطلاق صرف نکاح، طلاق اور ان کے متعلقات پر ہوتا ہے جب کہ فقه الاسرة میں نکاح، طلاق کے علاوہ احکام میراث بھی داخل ہو جاتے ہیں۔

"الاسرۃ"لغوی اعتبار سے"رھط"یعنی ان اشخاص کو کہتے ہیں جو مرد کے قریبی رشتہ دار ہوں۔اسلام کی اصطلاح میں وہ خلیہ ہے جو آباءواجداد،امہات،بیٹوں اور پوتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔[5]

"الأسرۃ"کی تحقیق

الأسرۃ کی لغوی و اصطلاحی تحقیق:

"اسرۃ"،"اسر"سے مشتق ہے جس کا معنی زنجیر سے باندھنااور بتکلف بول کو روکناہے۔اسی "أسر"سے "اسیر"ہے یعنی زنجیروں سے باندھا ہوااوراسی سے "رجل ماسور"ہے یعنی ایسا شخص جس کے جوڑ مضبوط ہوں۔[6]کلمہ "أسر"کے مشتقات میں اگر تدبر کیا جائے تو ان میں استحکام،ضبط،قوت اور شدت کے معانی پائے جاتے ہیں اور یہ معنی "أسرۃ"میں بھی پایا جاتا ہے اور"أسرۃ"سے مراد وہ تمام افراد ہو سکتے ہیں جن سے آدمی زندگی کے معاملات میں مدد حاصل کر کے قوت پاتا ہے۔

خاندان کیلئے عموماً عربی زبان میں"اہل البیت،عترۃ،عشیرۃ"کے کلمات جب کہ جدید اصطلاح میں عائلۃ اور اسرۃ کے کلمات استعمال ہوتے ہیں چنانچہ ابو عبید قاسم بن سلام لکھتے ہیں:اسرۃ الرجل رھطه الادنون وفصیلته ونحوذلک و کذلک عترته والحی[7](اسرۃ الرجل سے مراد اس کے قریبی رشتہ دار ہوتے ہیں اور اسرۃ کی طرح فصیلة الرجل عترۃ الرجل اور حی بھی مستعمل ہوتے ہیں۔)"عشیرۃ"مفہوم کے اعتبار سے اسرۃ کی نسبت عام اور وسیع ہے،ابو عبید قاسم بن سلام"عشیرۃ"کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:العشیرۃ تکون للقبیلة ولمن اقرب إلیه من العشیرۃ ولمن دونهم[8](کلمہ عشیرۃ قبیلہ،قریبی رشتہ داروں اور دیگر قریبی تعلق داروں کیلئے استعمال ہوتا ہے)امام راغب اصفہانی اسرۃ کا معنی تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:اسرۃ الرجل:من یتقوی به،قال تعالی: وشددنا اسرھم،اشارۃ إلی حکمته تعالی فی تراکیب الانسان بتأکلھاوتدبرھا[9]("اسرۃ الرجل"سے مراد وہ افراد ہیں جن سے آدمی تقویت پاتا ہے)اکثر"اسرۃ الرجل"کا اطلاق مرد کے ان افراد پر ہوتا ہے جن کا نفقہ،کسوۃ اور سکنی مرد کے ذمہ ہو،جیسا کہ کہا جاتا ہے:قات اسرۃ کبیرۃ عالھم وقدم لھم القوت[10](اس نے ایک بڑے خاندان کی روزی کا اہتمام کیا اور اس کی کفالت کی اور کھانا دیا)اسی طرح ابن منظور افریقی نے بھی "اسرۃ "کو اسی معنی میں استعمال کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:الاسرۃ عشیرۃ الرجل واھل بیته[11]کلمہ "عائله" بھی "اسرۃ" اور "عشیرۃ" کے متقارب المعنی ہے چنانچہ سید محمد مرتضی زبیدی عائلہ کے معنی میں یوں رقم طراز ہیں:عائلة الشخص:زوجته والاده واقاربه[12]گویا اس طرح رب العائلة اس شخص کو کہا جاتا ہے جو متزوج ہو اور صاحب اولاد ہو۔اسی عائلۃ سے اسم نسبت"عائلیۃ"ہے جو بطور مؤنث

استعمال ہوتا ہے جیسا کہ افرادِ خانہ کے پروگرام کو"جلسة عائلية" خاندانی مسئلہ کو مسئلة عائلیةاور جس رجسٹر میں افرادخانہ کے اسماءاوران کے سرکاری اور حکومتی دستاویزات ہوں اسے "بطاقة عائلية" کہاجاتاہے۔[13]

بہر حال کلمات "عشيرة"، "اسرة"، عائلة" اور "قبيلة" ایک دوسرے کی جگہ عام استعمال ہوتے ہیں[14] جدید عربی میں اگرچہ کلمہ "عائلة" اور "اسرة" خاندان کیلئے کثیر الاستعمال ہیں لیکن "اسرة" کلمہ فصیحہ ہے جیسا کہ محمد خیر ابو حرب لکھتے ہیں: سافر هو و اسرته(فصيحة)سافرهووعائلته(صحيحة)[15] ڈاکٹر مصطفی نے "اسرة" کے مصداق کی خوب وضاحت کی ہے کہ "اسرة" اسلام کی اصطلاح میں وہ کنبہ ہے جو آباؤاجداد، امہات، بیٹوں، بیٹیوں، پوتوں اور پوتیوں پر مشتمل ہوتا ہے[16]

عائلی قوانین: ضرورت واہمیت

عائلی قوانین کی ضرورت واہمیت:

قوموں کیلئے ان کے اقدارِ حیات، نظریاتِ زندگی، اخلاق کے اصول، معاملات کے طریقے اوران کے قانونی نظام عزیز ہوتے ہیں۔ فکری سرمایہ، مذہبی اوراخلاقی تصورات ہی کسی قوم کی تہذیب کا سرچشمہ اوراس کے بنیادی پتھر ہوتے ہیں لیکن ان سب میں پرسنل لاء کسی قوم کیلئے ریڑھ کی ہڈی کا حکم رکھتا ہے۔ ان عائلی قوانین سے قوموں کا براہ راست واسطہ اوردن رات کا سابقہ پڑتا ہے۔ زندگی اور تہذیب میں اس کے گہرے عمل دخل کی وجہ سے تہذیب وتمدن حیات اجتماعی اور ملی زندگی کا اسے سرچشمہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ کسی بھی تہذیب وتمدن کی روح اس کی پرسنل لاء میں بند ہوتی ہے عائلی قوانین میں ہی قوموں کے عزائم وافکار، رسم وشعائر اور عقائد وایمان کی جھلک دیکھی جاسکتی ہے جسم اگر بغیر جان اوردرخت بغیر جڑ کے رہ سکتا ہے تو کوئی ملت بغیر اپنے عائلی قوانین اور خاندانی نظام کے رہ سکتی ہے ورنہ نہیں۔ عائلی مسائل نظام زندگی میں اتنی اہمیت رکھتے ہیں کہ ایک بار اگر ازدواجی اور گھریلو زندگی کی بنیادوں میں کوئی غلط ماحول یا رجحان گھس جائے تو نہ صرف خاندانی نظام بگڑ کے رہ جاتا ہے بلکہ پورا تہذیبی نقشہ ہی بگڑ کر رہ جاتا ہے پس جس ادارہ کا نام گھر وہ تمام انسانی تعلقات کا ابتدائی سرچشمہ اور تہذیبی شعور کی اولین تربیت گاہ ہے غلط یا صحیح عائلی ومعاشرتی قوانین اس ادارے کے بناؤ اور بگاڑ کا باعث بنتے ہے اور بالآخر ان کی اچھائی یا برائی سارے نظام زندگی کو اپنے اثر میں لے لیتی ہے۔ چنانچہ ابو زھرہ لکھتے ہیں: "والزواج هوالعمادالاول لاسرةوالاسرة هى الوحدة الاولى لبناءالمجتمع فاذاكان الانسان حيوانا اجتماعيالايعيش الافى مجتمع فالوحدة الاولى لهذاالمجتمع هى الاسرة فهى الخلية التى تجرى فيهاأنواع النزوع الاجتماعى فى الانسان عندأول استقباله للدنيا،ففيهايعرف ما له من حقوق وماعليه من واحبات وفيهاتكون مشاعرالالفة والأخرة الانسانية"[17]

محمد قطب لکھتے ہیں: کہ میاں بیوی میں اختلاف ہو جائے اور اتنا شدید ہو کہ مصلحت ممکن ہی نہ ہو ضروری ہے کہ قانون میں ایسی گنجائش موجود ہو کہ اس سے ازدواجی زندگی کیلئے قوانین اور اصول اخذ کیے جاسکیں کیونکہ انسانی زندگی کہ اس نازک مسئلے کو سلجھانے کی تدبیر کیے بغیر کوئی انسانی نظام جامعیت کا دعویٰ نہیں کر سکتا اس لیے ایک ایسا قانون ناگزار جو کم از کم مسئلے کی عمومی اور ناقبل عبور حدود مقرر کر کے مرد اور عورت کو آزاد چھوڑ دے پھر قانون بھی ایسا ہونا چاہیے جو انصاف پر ہو اور اس سے نا کسی فریق کی بے جا حمایت ہوتی ہے اور نہ بے جا مخالفت۔ اسی طرح اس کو اتنا جامع بھی ہونا چاہیے کہ وہ واقعات کی زیادہ تعداد پر منطبق ہو سکتا ہو۔[18]

عائلی مسائل و احکام انسانی معاشرہ میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں کہ جس قدر مضبوط ہو گی اسی قدر جسم طاقتور اور توانا ہو گا۔ اسی طرح جس قوم اور معاشرہ کے عائلی مسائل و احکام عمدہ، قابلِ عمل اور قریب الفطرت ہونگے اسی قدر وہ قوم معاشرتی اعتبار سے خوشگوار زندگی گزارے گی۔

دین اسلام میں کثرت اولاد کی ترغیب دی گئی ہے، اور اسلامی معاشرہ کی ترویج و تشکیل میں اسے اہم مقصد قرار دیا گیا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تزوجوا الولود الودود فانی مکاثربکم الامم یوم القیامۃ[19] "زیادہ بچوں کو جنم دینے والی اور محبت کرنے والی عورتوں سے شادی کرو، میں قیامت کے دن تمہاری کثرت کی وجہ سے دیگر امتوں پر فخر کروں گا" اور اسی لیے قرآن مجید میں دوسری شادی کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے اور لڑکوں اور لڑکیوں کے نکاح کا معاملہ ان کے اولیاء کے سپرد کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ أَنْكِحُوا الْأَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَكُوْنُوْا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللهُ مِنْ فَضْلِه-[20] "اپنے کنوارے لڑکوں اور لڑکیوں کا نکاح کر دو، اور اپنے نیک غلاموں اور باندھیوں کا، اگر فقراء ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا" شریعت اسلامیہ کے مطابق رشتہ ازدواج سے قلبی اطمینان اور روحانی تسکین حاصل ہوتی ہے۔ جب کہ غیر شرعی طریقہ سے جنسی جذبہ کی تکمیل سے بے چینی ہوتی ہے۔ شرعی اعتبار سے جائز طریقہ سے اور حصول اولاد کی غرض سے جنسی کی تکمیل سے حاصل ہونے والے اطمینان قلب سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمِنْ آيَاتِه- أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ[21] "اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے یہ کہ اس نے تمہارے لیے تمہی سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے سکون پاؤ اور اس نے تمہارے درمیان محبت و رحمت ڈالی دی، بیشک اس میں غور و فکر کرنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں" اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کس خوب صورت انداز سے ضرورت نکاح کے مفہوم اور حصول سعادت اور حفاظت اسرار کو بیان ارشاد فرمایا: هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ أَنْتُمْ لِبَاسٌ

لَّهُنَّ[22] "وہ بیویاں تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کیلئے لباس ہو۔" اس آیت میں زوجین میں سے ہر ایک کو لباس کیساتھ تشبیہ دی گئی ہے، کیونکہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کیلئے ستر ہوتا ہے۔ نیز یہ کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا ایسے ہی محتاج ہوتا ہے جیسا کہ لباس کا جس طرح لباس جسمانی عیوب کو چھپا رکھتا ہے اسی طرح زوجین میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کو شرافت وعزت کا پاسبان ہوتا ہے اور اسے انس وراحت بہم پہنچاتا ہے۔ انسان کو اگر شرعی جائز نکاح سے روک دیا جائے تو نفس ناجائز طریقے سے اپنی حاجت کی تکمیل چاہے گا اور اس بے حیائی اور زنا میں اخلاقی بگاڑ، خاندانی اضطراب ،ہتکِ عزت، طرح طرح کی امراض اور سب سے بڑھ کر قلبی اور روحانی بے قراری کسی عقل مند سے پوشیدہ نہیں ہے۔

اخلاق عالیہ کی حفاظت اور فساد و بگاڑ سے تحفظ کیلئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اذاجاءکم من ترضون دینه وخلقه فانکحوالاتفعلواتکن فتنة وفسادفی الارض ،قالوا:وان کان فیه ؟قال:اذاجآءکم من توضون دینه وخلقه فانکحوه ثلاث مرات[23] اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ ماں باپ کے بغیر انسان معرض وجود میں نہیں آتا یعنی ایک مرد اور عورت کے بغیر، اسلامی تعلیمات کے مطابق مرد اور عورت کا شرعی نکاح کے بغیر ملاپ حرام ہے تو معلوم ہوا کہ نسل انسانی کی حفاظت وبقاء نکاح وزوج پر موقوف ہے۔ نکاح کو حرام قرار دینا گویا انسانیت کا خاتمہ ہے اور اگر بے حیائی کو جائز قرار دے دیا جائے تو انسان بدبخت اور مریض بن کر رہ جائے گا۔ اللہ رب العزت اپنے بندوں کیساتھ بھلائی چاہتا ہے، شر نہیں چاہتا کیونکہ قرآن مجید میں ہے: إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ[24]

عائلی مسائل: تحدید و توسیع اور دائرۂ کار

عائلی نظام انسانی اجتماع کا بنیادی اور اہم ترین ادارہ ہے یہ ادارہ شادی کے بندھن کے ذریعے تشکیل پاتا ہے میاں بیوی ہم سفر بنتے ہیں، ان کا مستقبل، ان کی اولاد، ان کی انگلی تھام کے جوان ہوتی ہے۔ میاں بیوی بچوں کے اس خوبصورت ساتھ کو پر سکون مضبوط اور ضرر وتعدی سے بچنے کیلئے دیئے گئے قوانین کو "Famliy Law" کہا جاتا ہے۔ ان قوانین کا دائرۂ کار شادی کے مقاصد و شرائط، میاں بیوی کے حقوق، بچوں کی حیثیت، جائیداد کی ایک نسل سے دوسری نسل میں منتقلی اور علیحدگی کی صورت میں بچوں کی حضانت کے مسائل وغیرہ تک وسیع ہے۔

اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ دیگر نظام ہائے زندگی کی طرح اسلامی شرعی عائلی نظام بھی ایک کامل ترین نظام ہے، اس شرعی نظام پر عمل ابدی سعادتوں کا باعث ہے۔ اس نظام زندگی میں والدین کیساتھ حسن سلوک زوجین کی باہمی محبت ورواداری، بچوں پر شفقت ومہربانی، بہن بھائیوں کیساتھ مستحکم اخوت، چچا، پھوپھی، خالہ، ماموں اور ان کی اولاد کیساتھ صلہ رحمی، دین اسلام کا اہم جزء ہے۔

والدین کیساتھ نرم گفتگو، ان کی زیارت و خدمت، ان کی ضرورتوں کی تکمیل، ان پر مال خرچ کرنا وغیرہ واجب قرار دیا گیا ہے۔ نوع انسانی کی بقاء مرد وعورت کے رشتہ ازدواج پر موقوف ہے۔ جس رشتہ میں منسلک ہو کر توالد و تناسل کا تسلسل قائم رہتا ہے اور درحقیقت نکاح ہی ایک خاندان کی بنیاد بنتا ہے اور پھر خاندان سے قبیلہ اور پھر چند قبائل کے ملنے سے قوم و معاشرہ معرض وجود میں آتا ہے۔ ذیل میں عائلی مسائل کا دائرہ کار کی وسعت تحریر کی جاتی ہے۔

اسلامی عائلی مسائل دیگر مذاہب کے عائلی مسائل کی نسبت فطرت کے قریب تر اور معاشرتی خوشگواری کے ضامن ہیں۔ فقہاء نے احکام شرعیہ عملیہ بالفاظ دیگر فقہی احکام کو(۱) عبادات (۲) مناکحات (۳) معاملات (۴) مرافعات (۵) عقوبات (٦) آداب واخلاق کے ابواب میں تقسیم کیا ہے: ان فقہی ابواب میں زیر بحث عنوان باب "مناکحات" کیلئے فقه الاسرة اورالاحوال الشخصیه کی اصطلاحات مروج ہیں۔ احوال الشخصیه کے بارے میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ لکھتے ہیں: "معنی الاحوال الشخصية:يقصدبالاحوال الشخصيةالاوضاع التى بين الانسان واسرته ومايترتب عليه هذه الاوضاع من آثارحقوقية والتزامات ماديةاوادبية"[25] (احوال شخصیہ سے مراد وہ اصول و قوانین ہیں جو انسان اور اس کے خاندان کے مابین طے شدہ مالی اور ادبی حقوق و فرائض اور واجبات ہیں۔ اس اصطلاح کا اس معنی پر اطلاق احوال مدنیہ کے مقابلہ میں ہے، کیونکہ احوال مدنیہ جسے سیاست مدنیہ کہا جاتا ہے، کا اطلاق انسان کے گھر کے افراد سے باہر معاشرہ کیساتھ تعلقات پر ہوتا ہے)

عائلی مسائل کے دائرۂ کار کو بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر احمد مختار لکھتے ہیں: "الاحوال الشخصية :المسائل الشرعية المتعلقة بالاسرة ،كاحكام الميراث والزواج والطلاق ،قانون الاحوال الشخصية:قانون ينظم علاقة الفردبالاسرة من نكاح وطلاق وميراث ونحوها، محاكم الاحوال الشخصية:دورقضاءتتولى النظرفى الاحوال الشخصية۔"[26] احوال شخصیہ سے مراد وہ شرعی مسائل ہیں جو ایک خاندان سے متعلق ہوں جیسے میراث، نکاح اور طلاق کے مسائل۔ اور عائلی قانون سے مراد وہ قانون ہے جو نکاح، طلاق اور میراث وغیرہ کے ذریعہ انسان کو خاندان سے منظم کرتا ہے اور عائلی عدالتوں سے مراد ایسے فیصلے اور مقدمات سے متعلق عدالتیں ہیں جو خاندانی مسائل میں غور وفکر اور فیصلہ کی مجاز ہوتی ہیں۔

عائلی مسائل: امورِ متعلقہ بنکاح

نکاح اور اس پر دنیا و آخرت میں مترتب ہونے والے آثار کے پیش نظر شریعت اسلامیہ نے اس کے کئی مراحل قائم کیے ہیں، ہر مرحلہ بعد والے مرحلہ کیلئے تمہید بنتا ہے اور تمام مراحل کتاب وسنت کی نصوص سے مؤیدہ ہیں۔ ذیل میں عائلی مسائل کا دائرہ کار مرحلہ وار تحریر کیا جاتا ہے۔

(ا) خِطبہ نکاح:

نکاح کا ابتدائی مرحلہ "خِطبہ" (پیغام نکاح) ہے۔ خِطبہ سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنفُسِكُمْ عَلِمَ اللهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلَكِنْ لَّاتُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا إِلَّآأَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًامَّعْرُوفًا وَلَا تَعْزِمُوْاعُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهٗ وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللهَ غَفُوْرٌحَلِيْمٌ [27]

وہ عورت جو عدت کے ایام میں ہو اسے صراحۃً پیغام نکام دینا منع ہے، البتہ اشارات و کنایات سے بات کی جاسکتی ہے، لیکن خفیہ طور پر ان سے وعدہ کرنا بھی ناجائز ہے۔ خِطبہ کا معنی بیان کرتے ہوئے قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں: "الخِطبة الاستنکاح" (خِطبہ، طلب نکاح کو کہتے ہیں)[28]

پیغام نکاح کبھی واضح الفاظ میں ہوتا ہے اور کبھی تعریض اور کنایہ سے۔ جیسا کہ مذکورہ آیت میں خِطبہ بالتعریض ہے۔

تعریض کا معنی بیان کرتے ہوئے قاضی صاحب لکھتے ہیں: "التريض من الكلام مايفهم به السامع مرادالمتكلم من غيران يكون اللفظ موضوعالمراده حقيقتا ولامجازا"[29] تعریض اس کلام کو کہتے ہیں کہ لفظ اپنے مرادی معنی پر دلالت کیلئے حقیقۃً اور مجازاً موضوع تو نہیں ہوتا لیکن سامع اس کلام سے متکلم کی مراد کو سمجھتا ہے۔

پیغام نکاح عموماً عورت کے ولی کو دیا جاتا ہے اور وہ ولی اپنے زیر تولیت و کفالت عورت تک پہنچاتا ہے جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔ اذاخطب إليه احدى بناته يجىءالخدرفيقول:إن فلان حركت الخدر لم يزوجها،وان سكت زوجها[30] اور کبھی پیغام نکاح دینے والا زوجین کے علاوہ تیسرا آدمی ہوتا ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے حضرت اُم سلمی رضی اللہ عنہا کو پیغام نکاح دینے کیلئے حاطب بن ابی بلتعہ کو بھیجا۔[31] اور کبھی عورت کا ولی خود مرد سے نکاح کیلئے درخواست کرتا ہے، جیسا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر پیش کیا۔[32] بلکہ کبھی خود ہی کسی نیک مرد التماس کرتی ہے، جیسا کہ ایک عورت نے خود کو حضور ﷺ پر پیش کیا تھا۔[33] بعض صورتوں میں پیغام نکاح دینا حرام ہے جیسے غیر کی منکوحہ کو، طلاق رجعی میں عدت گزارنے والی کو، جس کے نکاح میں پہلے سے چار بیویاں ہوں اس کا کسی اور کو پیغام دینا، اسی طرح کسی ایک بیوی کے ہوتے ہوئے کسی ایسی عورت کو پیغام نکاح دینا جس کو پہلی بیوی کیساتھ جمع کرنا حرام ہو، اور ایسی عورت کو پیغام نکاح دینا جسے پہلے ہی کسی نے پیغام نکاح دیا ہو سب حرام ہے۔

خطبہ کا مرحلہ جب پایہ تکمیل کو پہنچ جائے تو پھر باقاعدہ طور پر نکاح کا مرحلہ آتا ہے نکاح میں مندرجہ ذیل امور زیر بحث آتے ہیں۔

۲۔ ارکانِ عقدِ نکاح:

عقد نکاح کے ارکان یعنی ایجاب و قبول اور ایجاب و قبول کیلئے دونوں ماضی کے یا ایک صیغہ ماضی اور دوسرے مستقبل کے صیغہ سے بیان کیے جائیں مثلاً عورت کہے: زوجنی، مرد جواباً کہے زوجتک تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں: النکاح ینعقد بالایجاب والقبول لفظین، یعبربھما عن الماضی و ینعقد بلفظین یعبر باحدھما عن الماضی وبالآخرعن المستقبل۔[34] نکاح ایجاب و قبول دو لفظوں سے منعقد ہو جاتا ہے ان دونوں کو ماضی سے تعبیر کیا جائے گا اور ایسے دو لفظوں سے بھی منعقد ہو جاتا ہے کہ ایک کو صیغہ ماضی اور دوسرے کو صیغہ مستقبل سے تعبیر کیا جائے گا۔

۳۔ شرائطِ نکاح:

عقد نکاح کے ارکان کی طرح اس کی کچھ شرائط بھی ہیں۔ صحت نکاح کیلئے جن کا پایا جانا ضروری ہے، امام علاء الدین کاسانی نے ان شرائط کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ بعض انعقاد نکاح کیلئے یہ شرط ہیں، بعض نکاح کے جواز اور نفاذ کیلئے شرط ہیں اور بعض امور لزوم نکاح کیلئے شرط ہیں۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔[35] شرائط نکاح میں سے اہم شرط گواہوں کا موجود ہونا ہے اور وہ گواہ مسلمان، عاقل، بالغ اور آزاد ہوں، کم از کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔ گواہ کا عادل ہونا شرط نہیں بلکہ غیر عادل یعنی فاسق بھی عقد نکاح میں گواہ بن سکتے ہیں۔

۴۔ عقدِ نکاح کے صیغہ جات:

عقد نکاح کیلئے ارکان و شرائط اور صیغہ جات کیلئے الفاظ بھی مختص ہیں۔ کلمہ نکاح اور تزویج کے متعلق تو سب ائمہ کا اتفاق ہے۔ البتہ احناف کے ہاں ان کے علاوہ ہبہ، تملیک اور صدقہ اور اصح قول کے مطابق کلمہ بیع سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ قاضی محمد ثناء اللہ لکھتے ہیں: انعقادالنکاح بلفظ الھبة لیس من خصائص النبی ﷺ بل یجوزنکاح کل احدبلفظ الھبة والبیع والصدقة التملیک وکل لفظ وضع لتملیک العین مؤیدا[36] لفظ ہبہ سے نکاح کا منعقد ہونا آپ ﷺ کے خصائص میں سے نہیں ہے بلکہ ہر ایک کا نکاح لفظ ہبہ، بیع، صدقہ، تملیک اور ہر اس لفظ سے جائز ہے جو کہ اشیاء کی ابدی تملیک کیلئے وضع کیا گیا ہو۔

۵۔ اذنِ نکاح:

عقد نکاح میں منکوحہ کی رضامندی کے اظہار کی نوعیت شرعاً باکرہ کی ثیبہ سے کچھ مختلف ہے۔ باکرہ سے اگر اس کا ولی نکاح کی اجازت کرے تو وہ خاموش رہے یا ہنس پڑے تو اس کی طرف سے یہ اجازت ہی شمار ہو گی۔

صاحب ہدایہ نے یہ اس کے سکوت کو رضامندی قرار دیتے ہوئے نقلاً و عقلاً دلائل قائم کیے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے: البکرتسامرفی نفسھافان سکنت فقدرضیت اور عقلی دلیل بیان

کرتے ہوئے لکھتے ہیں: لان جهة الرضاءفيه راجحة لانهاتستحى عن اظهارالرغبة لاعن الرد[37] جب کہ ثیبہ کا اذن صرف قولاً ہی معتبر ہوتا ہے اس کی خاموشی سے رضامندی ثابت نہ ہو گی۔ نکاح کے معاملہ میں مزید درج ذیل امور ملحوظ ہوتے ہیں: قاضی محمد ثناء اللہ سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۳۲ کے تحت حدیث "البكريستامرهاابوهافى نفسها" ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: إن هذا الحديث وهذه الآية حجة لنالاعلينافان الحديث منطوقة يدل على وجوب استميار البكروالاستيمار ينافى الاحبار[38] یہ حدیث اور آیت ہمارے حق میں دلیل ہیں نہ کہ ہمارے خلاف کیونکہ حدیث کا منطوق باکرہ سے اجازت کے وجوب پر دلالت کرتا ہے اور استیمار جبر کے منافی ہے۔

۶۔ محرماتِ نکاح:

کن کن عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے اور کن عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ نیز کن دو عورتوں کو نکاح میں جمع کیا جاسکتا ہے اور کن عورتوں کو نکاح میں اکٹھا نہیں کیا جاسکتا۔ اس سلسلہ میں سورۃ النساء کی اس آیت مقدسہ کافی راہنمائی ہوتی ہے۔ "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخَالٰتُكُمْ وَبَنَاتُ الْاَخِ وَبَنَاتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِىْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهَاتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ الّٰتِىْ فِىْ حُجُوْرِكُمْ مِّنَ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِىْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْادَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَاقَدْسَلَفَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًارَّحِيْمًا"[39]

۷۔ حق مہر:

نکاح میں بضع کی شرافت کے اظہار کیلئے مرد بضع کے عوض حق مہر لازم ٹھہرایا جاتا ہے۔ لہذا حق مہر کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مقدار کی تعیین بھی مسائل نکاح میں ایک اہم مسئلہ ہے۔ حق مہر اگر عند العقد مقرر کیا جائے تو وہی لازم ہوتا ہے اور اگر عند القعد مقرر نہ کیا جائے تو مہر مثل لازم ہوتا ہے، اس پر سب فقہاء کا اجماع ہے۔[40] عموماً حق مہر کی دو انواع علماء نے بیان کی ہیں: حق الشرع، حق الزوجہ، شرع کا حق یہ ہے کہ دس دراہم سے کم نہ ہو اور اس حق کو ساقط کرنے کا اختیار زوجین یا ان کے اولیاء میں سے کسی کو بھی حاصل نہیں ہوتا ہے۔

زوجہ کا مہر میں حق یہ ہے کہ مہر مثل سے کم نہ ہو اور یہ چوں کہ خالصۃً عورت کا حق ہے لہٰذا حق شرع سے جو زائد ہے وہ عورت یا اس کی اجازت سے اس کا ولی ساقط کر سکتا ہے۔ حق مہر کی ادائیگی کے اعتبار سے بھی دو قسمیں ہیں: معجل اور مؤجل، ان دونوں قسموں میں سے جو بھی اختیار کی جائے، ہمارے نکاح فارم پر اس کی وضاحت لازمی طور پر مطلوب ہوتی ہے۔

۸۔ نفقہ:

نکاح کے بعد بیوی کا اور پھر ہونے والی اولاد کا نفقہ ،کسوہ اور رہائش مرد کے ذمہ ہوتی ہے اور نفقہ میں شوہر کی معاشری حالت کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ بیوی کی معاشی حالت کا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهُنَّ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ**[41] ازواج کا نفقہ اور لباس دستور کے مطابق ان کے شوہر کے ذمہ ہے۔ قرآن مجید میں مردوں کی عورتوں پر فضیلت کی وجہ بھی یہی بیان کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَا أَنْفَقُوْا مِنْ أَمْوَالِهِمْ**[42] مرد عورتوں پر نگران ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان سے بعض کو بعض پر فضیلت دی اور اس وجہ سے بھی کہ انہوں نے اپنے اموال خرچ کیے۔ لہٰذا بیویوں اور اولاد کا نفقہ مردوں کے ذمہ ہے اور اس میں ان کی معاشی حالت ہی معتبر ہو گی۔

۹۔ تعددِ ازواج:

اسلام نے ایک مرد کو ایک ہی قیمت میں چار بیویاں عقد نکاح میں رکھنے کی اجازت دی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ**[43] ملکی اور معاشرتی مصلحت کے تحت حکومت پاکستان نے پہلی بیوی ہوتے ہوئے دوسری شادی کرنے کیلئے پہلی بیوی کی اجازت کو شرط قرار دیا ہے ورنہ ایک سال سزائے محض اور دو ہزار روپے جرمانہ کی سزا عائد کی ہے۔[44]

پہلی بیوی کی اجازت حاصل کرنے کیلئے متعلقہ یونین کونسل کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہے اور یہ تعدد ازواج عصر حاضر میں ایک اہم ترین مسئلہ ہے جو عالمی سطح پر زیر بحث ہے۔ اور پھر تعدد ازواج کی صورت میں ازواج سے شب باشی کی باری میں عدل کا حکم ہے اور ان کے نان و نفقہ میں بھی عدل اپنانے کا حکم ہے۔

۱۰۔ رضاعت و حضانت:

نو مولود بچے کی پرورش میں ماں باپ دونوں کا اہم کردار ہوتا ہے اور اس سلسلہ میں ان دونوں کی مختلف نوعیت کی ذمہ داریاں ہوتی ہیں، ماں کے ذمہ دودھ پلانا ہے تو باپ کے ذمہ ان کا نان ونفقہ وغیرہ ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ**[45] (اور مائیں اپنی اولاد کو دو مکمل سال دودھ پلائیں) رضاعت کیساتھ چونکہ حرمت نکاح کا اہم مسئلہ متعلق ہے کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: یحرم من الرضاع مایحرم النسب[46] رضاعت سے وہ تمام رشتے نکاح کیلئے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔

زوجین کے مابین بسبب طلاق یا خلع علیحدگی کی صورت میں حضانت ایک گھمبیر صورت اختیار کر جاتی ہے۔ اس کیلئے عدالت عالیہ نے دفعہ ۱۲، ۱۷ اور ۲۵ کے تحت اس کے احکام درج کیے ہیں: عدالت عالیہ اس سلسلہ میں نابالغاں کی

حضانت ماں کے سپرد کرتی ہے اورباپ کوماہ بہ ماہ نفقہ سپرد کرنے کی پابند کرتی ہے اور بالغ ہونے پر اولاد کو اختیار دیا جاتا ہے۔ البتہ کچھ استثنائی صورتیں ایسی بھی ہیں کہ بچوں کی فلاح و بہبود کیلئے انہیں باپ کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔

عائلی مسائل: امورِ متعلقہ بازالۂ نکاح

۱۱۔ طلاق:

زوجین کی طبائع میں جب عدم موافقت ہو، اورباہمی کشیدگی کی وجہ سے گھر کا سکون تباہ وبرباد ہو جائے اوراندیشہ ہو کہ اس باہمی کشیدگی سے اللہ تعالیٰ کی قائم حدود ٹوٹ جائیں گی تو انہیں ایک دوسرے سے علیحدگی کی اجازت ہے کہ شوہر طلاق کے ذریعہ نکاح کے بندھن کو کھول دے یا بیوی خلع کے ذریعہ شوہر سے خلاصی حاصل کر لے۔

اسلام میں طلاق مشروع تو ہے لیکن زمانہ جاہلیت میں طلاق کے ذریعہ عورتوں پر جو مظالم ڈھائے جاتے تھے، اسلام نے ان کا قلع قمع کر دیا اور طلاق کی تعداد کو محصور کر دیا۔ قاضی صاحب امام بغوی کے حوالے سے لکھتے ہیں: كان الناس فى ابتداء السلام يطلقون من غيرحصرولاعددكان الرجل يطلق امراته فاذاقاربت انقضاءعدتها راجعهاثم طلقهاكذلک ثم راجعهايقصدمضارتهافنزل الطلاق مرتين فاذاطلق ثالثالم تحل له إلابعدنكاح زوج اخر[47] (ابتدائے اسلام میں لوگ بے شمار طلاقیں دیتے تھے کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا تو جب عدت ختم ہونے کے قریب ہوتی تو رجوع کر لیتا پھر طلاق دیتا اور رجوع کر لیتا اور اس کا مقصد عورت کو تکلیف پہنچانا ہوتا تھا تو آیت الطلاق مرتان نازل ہوئی۔ لہٰذا جب کوئی اپنی بیوی کو تیسری طلاق دے دے تو وہ زوج ثانی سے نکاح کیے بغیر پہلے کیلئے حلال نہیں ہوتی۔) دین اسلام میں طلاق کا ایسا طریقہ مشروع کیا گیا ہے جس میں عورت کو کم سے کم اذیت ہو اور اس کیلئے تطویلِ عدت نہ بنتی ہو۔

طلاق کیلئے وقت کونسا ہو، اور کتنی طلاقیں اور کن الفاظ سے دی جائیں اور طلاق کی انواع واقسام اور ان کا حکم، طلاق بالیمین یعنی طلاق کو مختلف اوصاف سے متصف کرنا یا شرائط سے مشروط کرنا بیوی کو طلاق تفویض کرنا اور مرض الموت میں مبتلا شخص کا بیوی کو وراثت سے محروم کرنے کیلئے طلاق دینا سب مباحث طلاق سے متعلقہ ہیں اور فقہ الاسرۃ یعنی عائلی مسائل کا حصہ ہیں بلکہ ایسا نزاع ہے جو عدالتوں میں سب مقدمات میں سے زیادہ مقدمات زوجین کی باہمی کشیدگی کے پہنچتے ہیں۔ نیز تنسیخِ نکاح، بچوں کی حضانت، جہیز اور تحائف کی واپسی وغیرہ باب الطلاق کے اہم مباحث ہیں۔

۱۲۔ ایلاء:

کسی شخص کا چار ماہ یا اس سے زیادہ عرصہ تک اپنی بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم اٹھانا ایلاء کہلاتا ہے اس کا حکم یہ کہ اگر چار ماہ کے دوران بیوی کے پاس جائے گا تو قسم کا کفارہ لازم ہو گا اور اگر نہیں جائے گا تو طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی ایلاء سے متعلقہ مسائل بھی طلاق کے ضمن میں تحریر کیے جاتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِنْ فَآؤُوْا فَإِنَّ اللهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ وَإِنْ عَزَمُوْا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ [48](ان لوگوں کیلئے جو اپنی بیویوں سے ایلاء کرتے ہیں، چار مہینے رکنا ہے، پھر اگر وہ رجوع کر لیں، پس بیشک اللّٰہ تعالیٰ غفور رحیم ہے اور اگر وہ طلاق کا عزم و ارادہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے)

کتاب اللّٰہ کی طرح احادیث مبارکہ اور کتب فقہ میں ایلاء کا مستقل ایک باب ترتیب دیا گیا ہے۔

۱۳۔ رجعت:

بعض اوقات انسان اپنے کیے پر نادم و شرمندہ ہوتا ہے اور اس کا ازالہ چاہتا ہے، اسلام نے فقہ الاسرۃ میں طلاق سنت اس طور پر وضع فرمائی ہے کہ مرد وزن ہر ایک کو غور و فکر کا موقع مل جاتا ہے اور طلاق سنت میں بھی طلاق احسن یعنی بغیر جماع کے حالت طہر میں صرف ایک طلاق دینا افضل ہے، کیونکہ اس میں عورت کیلئے اذیت کم ہے۔ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں: لان الصحابة كانوايستحبون ان لايزيدوافی الطلاق على واحدة، حتى تنقضى العدة، وان هذاافضل عندهم من ان يطلق الرجل ثلاثاعندكل طهرواحدة۔[49](کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بات کو پسند کرتے کہ طلاق ایک سے زیادہ نہ دیں، حتی کہ عدت گزر جائے اور ان کے نزدیک یہ تین اطہار میں تین علاقوں سے افضل تھا) اور پھر عقلی دلیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ولانه ابعدمن الندامة واقل ضرربالمرءة[50](کیونکہ یہ ندامت سے بعید تر اور اس میں عورت کو کم از کم ضرر پہنچتا ہے)

طلاق صریح ایک ہو یا دو ہو، ان کے بعد رجعت ہو سکتی ہے لیکن جب طلاق کی تعداد تین ہو جائے تو اختیارِ رجعت ختم ہو جاتا ہے۔ قاضی ثناء اللّٰہ پانی پتی لکھتے ہیں: الطلاق الذى يعقب الرجعة بدليل ماسياتى من ذكرثالثة وذكر الإمساک بعدالمرتين ،مرتان۔[51](دو طلاقوں کے بعد تیسری طلاق کا ذکر اور پھر دو کے بعد امساک کا ذکر اس بات کی دلیل ہے کہ دو طلاقوں کے بعد رجوع کا حق ہوتا ہے لیکن جب تیسری طلاق دے دی جائے تو پھر رجوع کا اختیار ختم ہو جاتا ہے)

اس میں زوج طلاق دینے کے بعد لاحق ہونے والی ندامت کا ازالہ کر سکتا ہے اور وہ اس طرح کہ قولاً یا فعلاً دوران عدت رجوع کر لے اور عدت گزرنے کے بعد صرف تجدید نکاح کر لے، دوران عدت رجوع کر لینے کو ہی فقہاء "باب الرجعۃ" میں بیان کرتے ہیں۔

۱۴۔ خلع:

عورت جب اپنے شوہر کی شکل وصورت ،اخلاق ،دین داری، کبر سنی، یا کمزوری وغیرہ کو ناپسند جانے اور اسے اندیشہ ہو کہ وہ اس کی اطاعت میں اللہ تعالیٰ کا حکم بجالانہ سکے گی تو اس کیلئے جائز ہے کہ خلع کرلے اور کچھ فدیہ دے کر اپنے آپ کو اس کے نکاح سے آزاد کرالے اس کو فقہ الاسرۃ میں خلع سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پس اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدوود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو زوجین کو اس میں کوئی گناہ نہیں جو کہ بیوی کچھ فدیہ دے۔

چنانچہ مروی ہے کہ آپ ﷺ صبح کی نماز کیلئے باہر تشریف لائے تو دروازے پر حبیبہ بنت سہل کو تاریکی میں کھڑی پایا تو آپ ﷺ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میں اور ثابت اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ پھر جب ثابت رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ حبیبہ بنت سہل کچھ کہہ رہی ہیں تو حضرت حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یارسول اللہ ﷺ کل مااعطانی عندی[52] (یارسول اللہ ﷺ! اس نے جو کچھ مجھے دیا تھا وہ میرے پاس ہے) تو آپ ﷺ نے فرمایا: خذمنھا" (اس سے لے لو) حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے وہ لے لیا اور حضرت حبیبہ رضی اللہ عنہا اپنے والدین کے ہاں چلی گئی۔

۱۵۔ لعان:

لفظ "لعان "لعن سے ماخوذ ہے لعن کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی ہے دھتکارنا، رحمت سے دور کرنا اور جب مخلوق کی طرف ہو تو یہ بددعا کا کلمہ ہے۔[53] اصطلاح شرع میں لعان یہ ہے کہ جو کوئی شخص اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے تو قاضی زوجین سے قسمیں دہروائے اور اس کا طریقہ کے متعلق علامہ ابن رشد (م۵۹۵ھ) لکھتے ہیں: فیحلف الزوج اربع شهادت باالله لقدرايتهاتزنی ،اوان ذلک الحمل لیس منی، ویقول فی الخامسة: لعنة الله علیه ان کان من الکاذبین ثم تشهدهی اربع شهادات ینقبض ماشهدهوبه ثم تخمیس بالغضب۔[54]

لعان کی وجہ تسمیہ کے بارے میں علامہ بدرالدین عینی (متوفیٰ ۸۵۵ھ) لکھتے ہیں: "مرد لعنت کا لفظ کہتا ہے اور عورت غضب کا لفظ کہتی ہے اور اس مسئلہ کا عنوان لعان بنایا گیا ہے جب کہ آیت میں لعنت اور غضب دونوں الفاظ ہیں ،اس کی وجہ یہ ہے کہ ابتداء مرد سے ہوتی ہے اور وہ لعنت کا لفظ کہتا ہے اور مرد کی جانب قوی ہے، نیز لعان کرنے نہ کرنے کا مدار مرد ہی ہوتا ہے، اور عورت کو غضب کے لفظ کیساتھ خاص کیا گیا ہے، کیونکہ مرد کی نسبت عورت کا جرم بڑا ہے مرد اگر جھوٹا ہو تو وہ حد قذف کا مستحق ہے اور اگر عورت جھوٹی ہو تو وہ سنگسار کیے جانے کی مستحق ہے۔[55]

وجوب لعان کی فرضیت بیان کرتے ہوئے قاضی صاحب لکھتے ہیں: ان اللعان انماشرع لدفع حدالقذف من الزوج کمایدل علیه الاحادیث فی سبب نزول الآیة[56](لعان شوہر سے حد قذف کو دور کرنے کیلیے مشروع کیا گیا ہے جیسا کہ آیت ظہار میں سبب نزول کے متعلق احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں)لعان کا ثبوت کتاب وسنت دونوں سے ہے اور یہ زوجین کے مابین ہوتا ہے، لہذا عائلی مسائل سے متعلق ایک اہم فقہی باب ہے۔

۱۶۔ ظہار:

فقہ میں عائلی مسائل واحکام کے ضمن میں ظہار اور اس کا حکم منصوص علیہ ہے، سورۃ المجادلہ کی ابتدائی آیات خولہ بنت ثعلبہ اور اوس بن صامت کے بارے میں نازل ہوئیں، جب اوس بن صامت نے اپنی زوجہ خولہ بنت ثعلبہ کو"انت علی کظھرامی" کہہ دیا، تو وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو اسی وقت آپ ﷺ پر یہ آیات نازل ہوئیں۔[57]

کلمہ "ظہار"ظہر سے بنا ہے جس کا معنی ہے پشت اور ظہار کا لغوی معنی آدمی کا اپنی بیوی سے "انت علی کظھرامی" کہنا ہے، جب کہ اصطلاح شرع میں منکوحہ کو محرمات میں سے کسی ایک کے ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کی طرف اسے دیکھنا حرام ہے۔[58] زمانہ جاہلیت میں ظہار ایسی طلاق شمار ہوتی ہے جس سے حرمت مؤبدہ ثابت ہوتی تھی، اسلام نے حرمت موبدہ منسوخ کرکے کفارہ کو اس حرمت کے خاتمہ کا سبب قرار دیا۔[59] گویا کہ حکم ظہار میں شرعاً تخفیف کردی گئی ،اس سورۃ کا نام ہی مجادلہ اس وجہ سے ہے کہ حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا کو جب آپ ﷺ نے حکم سے آگاہ فرمایا کہ اب تم اوس بن صامت پر حرام ہو تو اس نے بار بار عرض کیا، حضور! اس نے میرا مال کھایا، میری جوانی تباہ کی، میرے اہل متفرق ہوگئے، اب میری عمر زیادہ ہوچکی ہے اور وہ بھی اس پر نادم وشرمندہ ہے تو کیا ہمارے جمع ہونے کی کوئی صورت ہے جب آپ ﷺ فرماتے کہ تم اس پر حرام ہو تو وہ عرض کرتیں: انا اشکوالی الله فاقتی وشدة مالی۔۔۔الخ[60](میں اللہ سے اپنے فاقہ اور مالی پریشانی کی شکایت کرتی ہوں)

حاصل کلام:

مندرجہ بالا بحث سے عائلی مسائل کے دائرہ کار کی وسعت اور اس کی معاشرتی ضرورت واہمیت سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ایک صحت مند معاشرہ اسلامی عائلی مسائل واحکام پر عمل سے ہی معرض وجود میں آسکتا ہے۔ کیونکہ اسلام نے بچے کی پیدائش سے لے کر وفات تک ان کی خانگی زندگی کو ایسے اصول وضوابط کی لڑی میں پرو دیا ہے جس سے ایک دوسرے کی جان، مال اور عزت وآبرو محفوظ رہتی ہے۔

اسلامی عائلی قوانین کا خلاصہ:

اللہ تعالیٰ نے عائلی زندگی کو انسان کیلئے باعث سکون قرار دیتے ہوئے فرمایا" وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا[61] (اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تمہارے گھر باعث سکون بنائے) اسلام نے جہاں عمومی طور پر اجتماعی نظامِ حیات کو منظم کیا، وہاں خصوصی توجہ عائلی زندگی اور خاندان کو دی۔ اس کی تشکیل، تنظیم اور تحفظ کیلئے قوانین کا مجموعہ دیا کیونکہ ایک صالح خاندان ایک صالح معاشرہ کی بنیاد بنتا ہے، اس لیے اسلام نے وہ تمام اقدامات کیے جو اس نظام کی پائیداری کیلئے ضروری تھے اگر اس ادارہ کا خاتمہ ناگزیر اور نامساعد حالات کی بنا پر ضروری ہو تو کن قوانین کی پیروی لازم ہے۔ محمد بن علوی المالکی الحسنی لکھتے ہیں:"اسلام نے الفت اور محبت کے اسباب اور حسنِ معاشرت کے وسائل کو کھول کھول کر بیان کیا اور محبت ورافت کے محل کو ان ٹھوس اقدامات پر مضبوط استوار فرمایا جن کی بنیاد معاشرے کے باہم بندھن اور ناطے پر ہے اور ان کے حقوق معلوم وواضح ہیں اور جب تک ان سنہری حقوق وحدود کا لحاظ رکھا جاتا رہا اس وقت تک اسلامی خانوادوں نے خوشگوار ترین زندگی بسر کرنے کیساتھ ساتھ انتہائی سکون اطمینان اور سرور حاصل کیا۔ اس امر کا تصور بھی ناممکن تھا کہ خدانخواستہ کبھی کوئی خانوادہ ان سنہری اصولوں پر عمل پیرا ہونے کے باوجود دھڑام سے گر کر ذلت سے دوچار ہو گا"[62]

نتائج تحقیق

عائلی زندگی کا قیام نکاح کے ذریعے عمل میں آتا ہے۔

نکاح کا حکم اور حیثیت (واجب، مستحب، مباح یا مکروہ) نکاح سے قبل پیغام نکاح دینا، پیغام پر پیغام بھیجنا، پیغام سے قبل دیکھنا اور خطبۂ نکاح۔

عقدِ نکاح۔ نکاح کا معاہدہ فریقین کی طرف سے ایجاب وقبول کے ذریعے منعقد ہونا۔

محرماتِ نکاح۔(جس عورت سے نکاح ہو رہا ہے وہ اس مرد پر دائمی طور پر حرام ہو، نہ عارضی طور پر حرمت تین طرح سے ہوتی (۱) نسبی (۲) صہری (۳) رضاعی)

اگر نکاح کے ارکان وشرائط میں سے کوئی رکن یا کوئی شرط مفقود ہو ایسا نکاح باطل ہوتا ہے یا فاسد

ولایتِ نکاح۔(وہ شرعی اختیار جس کی وجہ سے کوئی شخص نابالغ یا غیر عاقل لڑکے یا لڑکی کا نکاح ان کی اجازت کے بغیر اپنی مرضی سے کر سکتا ہے) ولایت قرابت سے ہوتی ہے یا امامت سے۔

وکالت نکاح۔(ہر عاقل وبالغ مرد وعورت اس کے مجاز ہیں کہ اپنے نکاح خود کرنے کی بجائے کسی اہل کو اس کا وکیل بنا دیں)

بالغ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت سے ہو گا۔

نکاح میں کفو کا اعتبار کیا جائے گا کفو کا معیار دین نسب پیشہ مال دینداری وغیرہ ہیں۔

عقدِ نکاح اور جنسی تعلق کے نتیجے میں مہر لازم آئے گا(۱) مہر مسمی (۲) مہر مثل۔ مہر مسمی معجل ہو گا یا مؤجل۔

نکاح کے بعد نفقہ اور سکنی مرد کے ذمہ لازم ہو گا۔

صغر سنی میں ہونے والے نکاح پر بلوغت کے بعد اختیار مل جائے گا جسے خیار بلوغ کہا جاتا ہے۔

اگر زوجین کے درمیان نباہ نہ ہو سکے اور علیحدگی ہو جائے تو اسے طلاق کہا جاتا ہے۔ طلاق دینے والا عاقل، بالغ ہو، بیداری اور ہوش کی حالت میں طلاق دے۔ طلاق مذاق کی حالت میں واقع ہو جائے گی۔ طلاق کی قسمیں ہیں طلاق سنت، طلاق بدعت اسی طرح صریح الفاظ کیساتھ طلاق دی تو طلاق صریح اگر واضح طور پر الفاظ استعمال نہ کیے تو کنایہ ہو گی ایسی طلاق جس میں عورت مرد کے نکاح میں رہے، طلاق رجعی کہلاتی ہے جبکہ ایسی طلاق جس میں بغیر نکاح رجوع نہ ہو سکتا ہو بائن کہلاتی ہے۔ اگر دو بار طلاق کا عمل ہو گیا اور تیسری باری پھر کہا تو طلاق مغلظہ ہو جائے گی اب حلالہ کے بغیر دوبارہ وہ دونوں عقد نکاح میں نہیں بندھ سکتے۔

اگر حالات ناموافق ہوں تو عورت بھی علیحدگی کا حق رکھتی ہے جسے خلع کہا جاتا ہے۔

حوالہ جات

[1] آل عمران:۳۴

[2] قشیری، مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح، ج۴ص۲۰۴، رقم الحدیث:۲۶۵۸، دار احیاء التراث العربی بیروت

[3] تھانوی، محمد بن علی(متوفیٰ بعد1158ھ)، کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، ج1ص50-51 مکتبۃ لبنان ناشرون بیروت

[4] عبد القادر عودہ، الاسلام بین جھل ابنائہ وعجز علمائہ ص8

[5] مصطفی، ڈاکٹر، الفقہ المنہجی علی مذہب الامام بالشافعی، ج4ص20 دار القلم دمشق، ۱۴۱۳ھ /1992ء

[6] ابن سکیت، ابو یوسف یعقوب بن اسحاق، اصلاح المنطق، ج1ص113 بیروت: دار احیاء التراث العربی، طبع اول ۱۴۲۳ھ، ۲۰۰۲ء

[7] ابو عبید، قاسم بن سلام، الغریب المصنف، ج1ص286 دار الجامعۃ الاسلامیہ مدینہ منورہ، ۱۴۱۷ھ

[8] ایضاً

[9] اصفہانی، حسین بن محمد راغب، امام، المفردات فی غریب القرآن، ج1ص76 دار القلم بیروت، طبع اول ۱۴۱۲ھ

[10] احمد مختار، الدکتور، معجم اللغۃ العربیۃ المعاصرۃ، ج3ص1867، عالم الکتب قاہرہ، طبع اول، ۱۴۲۹ھ /2008ء

[11] ابن منظور، لسان العرب، ج4ص20 دار صادر بیروت، طبع ثالث ۱۴۱۴ھ

[12] زبیدی، محمد مرتضی، تاج العروس، ج33 ص91 مطبعۃ خیریۃ مصر، ۱۳۰۶ھ

[13] احمد مختار، الدکتور، معجم اللغۃ العربیۃ المعاصرۃ، ج2 ص1578

[14] نعیمی، محمد سلیم، تکملۃ المعاجم العربیۃ، ج7 ص214 وزارۃ الشئون الاسلامیہ عراق، ۱۹۸۵ھ ۲۰۰۰ء

[15] احمد مختار، عمر معجم الصواب اللغوی، ج2 ص220 عالم الکتب قاہرہ، طبع اول، ۱۴۲۸ھ، ۲۰۰۸ء

[16] مصطفی، ڈاکٹر، الفقہ المنہجی علی مذہب الامام بالشافعی، ج4 ص20

[17] ابوزھرہ، الاحوال الشخصیۃ، ص21 مکتبہ الیسر لبنان

[18] محمد قطب، اسلام اور جدید ذھن کے شبہات، ص196 رحمانی بک سنٹر لاہور

[19] ابوداؤد، سلیمان بن اشعث سجستانی، السنن، ج2 ص220 رقم الحدیث2050 المکتبۃ العصریۃ، بیروت

[20] النور:۳۲

[21] الروم:۲۱

[22] البقرۃ:۱۸۷

[23] ترمذی، ابوعیسی محمد بن عیسی، الجامع السنن، ج3 ص386 رقم الحدیث:1085

[24] البقرۃ:۱۴۳

[25] مصطفی، ڈاکٹر، الفقہ المنہجی علی مذہب الامام الشافعی ج1 ص12

[26] احمد مختار، عمر، معجم اللغۃ العربیۃ المعاصرۃ، ج2 ص1174

[27] البقرۃ:۲۳۵

[28] پانی پتی، محمد ثناء اللہ، التفسیر المظہری، ج1 ص330

[29] پانی پتی، محمد ثناء اللہ، التفسیر المظہری، ج1 ص331

[30] ابن ہمام، عبد الرزاق، المصنف، المکتب الاسلامی بیروت، طبع دوم ۱۴۰۳ھ ج6 ص142 رقم الحدیث:۱۰۲۷۹

[31] ابن اسحاق، محمد، سیرت ابن اسحاق، دار الفکر بیروت، طبع اول: ۱۳۹۸ھ /۱۹۷۸ء، ج1 ص260

[32] خرگوشی، عبد الملک بن محمد، شرف المصطفی، دار البشائر الاسلامیہ مکہ، طبع اول ۱۴۲۴ھ، ج۵ ص۴۷۹

[33] ابوداؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، السنن، ج۲ ص۲۳۶، رقم الحدیث:۲۱۱۱

[34] مرغینانی، ابوالحسن، علی بن ابی بکر، الھدایۃ، ج۲ ص۳۲۵

[35] کاسانی، علاء الدین، ابوبکر بن مسعود، بدائع الصنائع، ج۲ ص۴۸۹، ۴۹۹

[36] پانی پتی، محمد ثناء اللہ، التفسیر المظہری، ج۷ ص۳۶۲

[37] مرغینانی، ابوالحسن، علی بن ابوبکر، الھدایۃ، کتاب النکاح، ج۲ ص۳۳۶

[38]پانی پتی، محمد ثناء اللہ، التفسیر المظہری، ج ا ص ۳۱۹

[39] النساء:23

[40] پانی پتی، محمد ثناء اللہ، التفسیر المظہری، ج ا ص ۳۳۲

[41] البقرۃ:۲۳۳

[42] النساء:۳۴

[43] النساء:۴

[44] بھٹہ، ذوالفقار علی اظہر، مسلم قوانین، ص ۲۹۳، پاپولر لاء بک ہاؤس لاہور

[45]البقرہ:۲۳۳

[46] خاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ج ۳ ص ۱۷۰، رقم الحدیث:۲۶۴۵

[47] پانی پتی، محمد ثناء اللہ، التفسیر المظہری، ا۔۳۰۰

[48] البقرۃ:۲۲۶، ۲۲۷

[49] مرغینانی، ابوالحسن، علی بن ابو بکر، الھدایۃ، ۲۔۳۷۳

[50] ایضاً

[51] پانی پتی، محمد ثناء اللہ، التفسیر المظہری، ا۔۳۰۰

[52] ترمذی، ابو عیسی محمد بن عیسی، الجامع السنن، ج ۳ ص ۳۸۶، رقم الحدیث:۱۰۸۵

[53] زبیدی، محمد مرتضی، تاج العروس، ج ۹ ص ۳۳۵

[54]ابن رشد مالکی، بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد، ص ۵۳۰ قدیمی کتب خانہ کراچی،

[55]عینی، بدرالدین، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج2 ص290، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[56] پانی پتی، محمد ثناء اللہ، التفسیر المظہری، ۶۔۴۵۷

[57]پانی پتی، محمد ثناء اللہ، التفسیر المظہری، ۱۰۔۲۸۹

[58] ایضاً

[59] جصاص، ابو بکر احمد بن علی رازی، احکام القرآن، ج ۵ ص ۳۰۱، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۵ھ

[60] پانی پتی، التفسیر المظہری، ۱۰۔۲۸۹

[61] النحل:80

[62] حسینی، محمد بن علوی مالکی، اسلام کا معاشرتی نظام، ص16-15 مکتبہ یوسفیہ کراچی